VFAST Transactions on Islamic Research
http://vfast.org/journals/index.php/VTIR@ 2022, ISSN(e): 2309-6519, ISSN(p): 2411-6327
Volume 10, Number 02, April-June, 2022 pp: 199-211

Trend of "Summary of Quran" in Qur'anic Tafseer and Interpretation: Principles and Rules

قرآن مجید کی تفسیر و تعبیر میں "خلاصۃ القرآن" کا رجحان: اصول و ضوابط

Ataullah[1], Dr. Muhammad Abubakar Siddique[2]

[1]Ph.D. Scholar, Department of Quran & Tafsir, AIOU, Islamabad, Pakistan
[2]Research Assocaite, Islamic Research Index, AIOU Islamabad
*Corresponding author email address: ataullahalvi313@gmail.com

ABSTRACT

The tendency to "Abstract" in the interpretation of the Qur'an has a clear benefit for the people. The interpretation of Qur'an is summarized from the point of view of ease in understanding the message of the Qur'an because sometimes due to a long subject the mind of the reader shifts to the other side. Sometimes the attention of reader diverts from the main idea or message to a subtopic. Summary of the Qur'an is actually the focal point of a long topic, in which the conclusion and essence of Qur'anic verse/subject presented. The trend of summarizing the Qur'an has come to the fore in modern times. In this regard, several books have been written under the name of "Khalasat-ul-Quran". In these summaries, Qur'anic topics are explained in a concise, simple and easy to understand language. In this article, the methodology and style of these summaries has been reviewed in the commentary of the Holy Qur'an. The benefits, types, and features of summaries are discussed in detail. This is an initial attempt at a topic that discusses the basic aspects of the subject, but there is still room for research on other aspects.

KEYWORDS
Summary of Quran, Trend of summary of Quran, Summary of tafseer, Principles of summary of Quran

JOURNAL INFO:
HISTORY: Received: May 28, 2022 Accepted: June 26, 2022 Published:.June 30, 2022

تمہید

قرآن مجید قیامت تک آنے والی انسانیت کے لیے کتابِ ہدایت ہے جو اپنے اعتدال، توازن اور معقولیت و معنویت کے باعث ہر دور کے لیے دائمی اور نا قابل تغییر قانون ہے۔ اس عظیم الشان دستور حیات میں زیادہ تر مسائل کو اجمالی طور پر بیان کیا گیا ہے، جس کی وجہ سے کم علم، کوتاہ فہم اور مصروفیت کی چکی میں پسنے والے افراد کو مضامین قرآن کے سمجھنے میں دشواریوں کا سامنا رہتا ہے۔ وہ قرآن پر لکھی جانے والی مفصل و مدلل کتب سے استفادے کی استطاعت نہیں رکھتے۔ تاریخ اسلام اس بات پر شاہد عدل ہے کہ مفسرین نے ہر دور میں تفہیم قرآن مجید کو اپنی زندگیوں کا مشن بنایا۔ امت کو قرآن سے جوڑنے کے لیے انھوں نے مال و دولت، عہدہ و منصب کو نظر انداز کرتے ہوئے تفہیم قرآن کے لیے خلاصۃ القرآن کے جدید رجانات کو متعارف کروا کر انسانی راہنمائی کا فریضہ سرانجام دیا تاکہ امت محمدیہ کو عقائد، مکارم اخلاق، معاشرتی، عائلی اور تمدنی زندگی کے راہنما اصولوں کے متعلق راہنمائی حاصل ہو سکے۔

قرآن مجید کی تفسیر میں خلاصہ قرآن کا رجحان اپنی معنویت کی وجہ سے عوام و خواص کے لیے یکساں طور پر مفید ہے اور ہر فرد کی دلچسپی کا موجب بھی۔ تفہیم قرآن کریم کا مقصد نفس کا تزکیہ، اخلاق و عادات کی تطہیر، دل و دماغ کی پاکیزگی، معاشرتی فساد سے نجات، قلبی سکون کا حصول، روحانی اضطراب سے چھٹکارہ حاصل کرنا ہے۔ دور نبوی ﷺ سے دوری کے باعث ایک طرف مسلمانوں میں اعتقادی اور عملی کمزوریاں واقع ہو رہی ہیں تو دوسری جانب قیامت تک کے انسانوں کو گمراہ کرنے کی مہلت لے کر آنے والا شیطان اور اس کے حواری بھی مصروف عمل ہیں۔ ان شیطانی جراثیم سے بچنے کی شکل کامل یہ ہے کہ امت قرآن سے دامن جوڑ لے اور یہ اسوقت ممکن ہو گا جب جدید رجانات اور جہات کے تحت قرآن کریم کے مفہوم کو سمجھا جائے تاکہ منشئی خداوندی سے آگاہی حاصل ہو۔

دور حاضر میں خلاصۃ القرآن کے جدید رجحان کے تحت "خلاصہ قرآن" کے نام سے متعدد کتب تصنیف کی جا چکی ہیں جو اسی تفہیم کی ایک کڑی ہے۔ ان خلاصہ جات میں موضوعات قرآنی کو مختصر، آسان، عام فہم زبان میں بیان کیا گیا ہے۔ ضرورت اس امر کی تھی کہ تفسیر میں خلاصہ القرآن کے جدید منہج و اسلوب جائزہ لیا جائے اور اس کے اصول و ضوابط کی وضاحت کی جائے۔

This work is licensed under a Creative Commons Attribution 3.0 License.

خلاصہ قرآن کا لغوی مفہوم

"خلاصہ القرآن" مرکب اضافی ہے، جس میں لفظ خلاصة مضاف اور لفظ القرآن مضاف الیہ ہے، جس کا مطلب ہے قرآن کریم کا لب لباب اور نچوڑ۔ لفظ خلاصہ کا مادہ "خ ل ص" ہے، جو کسی چیز کے نچوڑ، مغز، حاصل اور لب لباب کے لیے استعمال ہوتا ہے۔ صاحب قاموس اللغات خلاصہ کا معنیٰ بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"خلص ،خلوصاً وخلاِصاً ،خالص ہونا، کھرا ہونا، صاف ہونا، خلص من القوم قوم سے جدا ہوا۔ خلّص الشئی کسی چیز کو خالص بنایا، الخالص بے کھوٹ، صاف ستھرا، مغز، خلاصة الکلام گفتگو کا نچوڑ اور لب لباب"[1]۔

المورد الوسیط میں ہے: خلاصہ، عصارة، زبدة، Cream, Butter، خلاصة القول ، الکلام الموجز ، تھوڑا کلام[2]۔

خلاصة القرآن کا اصطلاحی مفہوم

عرف میں خلاصة القرآن سے مراد قرآن مجید کی آیات اور سورتوں سے مستنبط ہونے والے احکام اور پیغامات خداوندی کو انتہائی مختصر انداز میں بیان کرنا کہ کم وقت میں زیادہ سے زیادہ استفادہ ممکن ہو، خلاصہ کہلاتا ہے۔ قرآن مجید کے متعدد پاروں اور سورتوں میں بکھرے ہوئے مضامین کو عامة الناس کی آسانی کے لیے جمع کرنے کا نام خلاصہ ہوگا۔ زین الدین المناوي تلخیص کی تعریف کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

التلخيص: استيفاء المقاصد بكلام أوجز[3]

"کسی آدمی کا مختصر گفتگو سے (متکلم کے) مقاصدِ گفتگو کو پورا کرنا تلخیص کہلاتا ہے۔"

تلخیص میں متکلم کے مقاصدِ گفتگو میں سے کوئی بھی مقصد فوت نہ ہو، جسے وہ کہنا چاہتا ہو، اسے مختصر الفاظ میں پیش کر دیا جائے لیکن اس میں متکلم کا مفہوم پوری طرح ادا ہوتا ہو۔ علامہ سیوطي تلخیص کی تعریف کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

التلْخِيصُ: أَدَاء الْكَلَام من نسيب، أَوغَيره إِلَى الْمَقْصُود مَعَ رِعَايَة الملاءمة بَينهمَا [4]

"کلام کو ایسے ادا کرنا کہ لفظ اور معنیٰ کے مابین ربط باقی رکھنے کی رعایت رکھی گئی ہو، تلخیص کہلاتا ہے۔"

جس طرح لفظ خلاصہ کسی چیز کے نچوڑ اور لب لباب کے لیے استعمال ہوتا ہے اسی طرح لفظ ایجاز بھی کلام کے لب لباب اور خلاصے کے لیے استعمال ہوتا ہے تاکہ کلام سے زیادہ سے زیادہ استفادہ ممکن ہو سکے اور متکلم کی مراد کو سامع آسانی کے ساتھ سمجھ سکے۔ البرہان فی علوم القرآن میں بدر الدین عبداللہ بن بہادر زرکشی ایجاز کی تعریف کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

الْإِيجَازِ فَإِنَّهُ عِبَارَةٌ عَنِ اللَّفْظِ الْقَلِيلِ الجامع للمعاني الجمة بنفسه[5]

"ایجاز: تھوڑے سے الفاظ کو اس طرح استعمال کرنا سارے معانی کو شامل ہو جائیں ایجاز کہلاتا ہے۔"

تلخیص کے دوران معنیٰ کی مکمل رعایت رکھی جائے تاکہ متکلم کی مراد مکمل طور پر واضح ہو۔ أبو بکر الباقلاني ایجاز کی تعریف کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

الايجاز تقليل الكلام من غير إخلال بالمعنى، وإذا كان المعنى يمكن أن يعبر عنه بألفاظ كثيرة فالالفاظ القليلة إيجاز [6]

"ایجاز لغت میں کلام کو اسطرح مختصر کرنے کو کہتے ہیں جس میں معنیٰ میں خلل واقع نہ ہو۔ جب کسی معنیٰ کو بہت سارے الفاظ میں بیان کیا جا سکتا ہو، پھر بھی اسے تھوڑے الفاظ سے بیان کر دیا جائے، ایجاز کہلاتا ہے۔"

خلاصة القرآن کے رجحان کے فوائد

قرآن مجید کی تفسیر ہو یا آیات سے مستنبط ہونے والے علوم کی اشاعت و تبلیغ، فقہ اسلامی سے عوام کی راہنمائی کے فریضہ کی ادائیگی ہو یا کتاب وسنت کی آفاقی تعلیمات کے خلاف معاندین کے شبہات کا جواب، دنیا کے احوال ہوں یا آخرت کی منازل، جہاد اسلامی کی انجام دہی ہو یا صلح کے معاہدات، سابقہ امم کی تاریخ ہو یا اسلامی تہذیب وتمدن کا احیاء، باطل کی حق کے خلاف ریشہ دوانیاں ہوں یا منافقین کی خوفناک سازشوں کے جال، مسلمانوں کی کسمپرسی کا زمانہ ہو یا مال ودولت کی فراوانیاں ، علماء اسلام نے ہر ہر پہلو پر اپنی زندگیاں صرف کر کے مراد خداوندی کو عوام وخواص تک پہنچانے کے لیے ایسی گرانقدر خدمات سرانجام دی ہیں۔ قرآن فہمی میں آسانی کے لیے ذیل میں خلاصة جات کی اہمیت کو بیان کیا جاتا ہے تاکہ عوام میں یہ رغبت پیدا ہو جائے۔ خلاصة القرآن کے رجحان سے حاصل ہونے والے فوائد درج ذیل ہیں:

1. صحیح نتائج تک رسائی کا ذریعہ

اگر ہم عصر حاضر کے نزاعی مسائل کے انبار اور ان کے اثبات کے لیے فریقین کے دلائل سے بھری کتب کا جائزہ لیں تو معلوم ہو گا کہ ان سے نتیجہ نکال کر نزاع کو کم کرنے کے لیے عمر نوح درکار ہے۔ بکھرا ہوا یہ لٹریچر اس بات کا تقاضہ کرتا ہے کہ اس کو پڑھ کر تجزیہ کیا جائے اور صحیح نتیجہ نکال کر امت کے سامنے رکھا جائے اور نزاع کو امت کے سامنے لایا جائے تاکہ امت افتراق سے بچ سکے تو ایسے حالات میں کئی کئی مجلدات پر بکھرے ہوئے اس مواد کا تجزیہ کرنا آسان کام نہیں تاہم اگر کسی مسلک کی کتاب کی تلخیص کر دی گئی ہو، تو اتحاد کی کوششیں کرنے والے شخص کے لیے تلخیص سے استفادہ اور اس مکتبہ فکر کی رائے جاننا بھی انتہائی آسان عمل ہو گا۔ امام رازیؒ نے لکھا:

فَأَقُولُ: إِنَّ الْخَوْضَ فِي الِاسْتِدْلَالِ لَا يُمْكِنُ إِلَّا بَعْدَ تَلْخِيصِ مَحَلِّ النِّزَاعِ[7]

"میں کہتا ہوں: محل نزاع مسئلہ کی تلخیص کے بغیر اس استدلال میں غور کرنا ممکن نہیں۔"

2. استفادہ کا بہترین ذریعہ

اگر ہم قدیم وجدید زمانہ میں لکھی جانی والی مطولات کا جائزہ لیں تو معلوم ہو گا کہ ان کتب سے استفادہ ہر خاص وعام کے بس میں نہیں۔ یہ کتب علمی موشگافیوں، فنی پیچیدگیوں، عالمانہ انداز گفتگو، ٹھوس علمی اور بلیغ طرز تحریر کے ساتھ ساتھ قدیم لمبی چوڑی مباحث پر مشتمل ہیں اور ان مباحث کو پڑھنے، سمجھنے اور سمجھ کر منطقی نتیجہ نکال کر راہ عمل بنانا ایک آدمی کے لیے آسان نہیں۔ کیونکہ موجودہ زمانہ میں مختلف فنون کے بیک وقت پڑھنے کے ساتھ علمی استعداد کمزور اور علمی رسوخ کم ہوتا جا رہا ہے۔ ایسے وقت میں استفادہ کا بہترین طریقہ خلاصہ جات سے بڑھ کر اور کوئی نہیں۔ عبد العزیز بن مرزوق الطریفی اسی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

ولكن الاختصار أقرب للاستفادة من الإطالة[8]

"لیکن اختصار/خلاصہ جات مطولات کے مقابلہ میں استفادہ کے زیادہ قریب ہیں۔"

ایسے حالات میں خلاصہ جات کی اہمیت مزید بڑھ جاتی ہے جب ایک آدمی اپنی مصروف زندگی میں خلاصہ جات پڑھ کر مسائل کے نتائج سے آگاہ ہو جاتا ہے اور اپنے زندگی کے لیے راہ عمل متعین کر دیتا ہے۔ اسی وجہ سے علماء کرام نے ہر مکتبہ فکر کے لوگوں کے لیے کتب مرتب کیں۔ انھوں نے پڑھے لکھے افراد کے لیے مفصل، عام عوام کے لیے نہایت مختصر جبکہ درمیانے درجے کے لوگوں کے لیے متوسط کتابیں مرتب کیں۔ قرآن فہمی کی اس فکر پر چلنے والے عظیم مفسر ڈاکٹر وھبہ الزحیلی بھی ہیں جنہوں نے تین الگ الگ تفاسیر مرتب کیں۔ مفسر خود لکھتے ہیں:

هم الناس تتفاوت، ومستويات العلم تختلف، فقد يسّر الله الكريم لي أن أفسّر القرآن الكريم ثلاث مرات متعاقبة، ليأخذ كل إنسان بأي مستوى يتفق مع رغباته وإمكاناته[9]

ڈاکٹر زحیلی نے اہل علم کے لیے 16 جلدوں میں التفسیر المنیر، عامۃ الناس کے لیے التفسیر الوسیط جبکہ کم علم لوگوں کے لیے التفسیر الوجیز لکھی۔ علامہ عینیؒ حنفی نے التاریخ الکبیر کو 20 جلدوں پر مرتب کیا تھا بعد ازاں خود ہی اس کی تلخیص کرتے ہوئے تین جلدوں میں خلاصہ لکھا۔ فاضل مصنف خود رقمطراز ہیں:

وله (للبدرالعيني)التاريخ الكبير على نظام السنين في عشرين مجلدة، واختصره في ثلاث مجلدات[10]

3. ابلاغ کا بہترین ذریعہ

بنی نوع انسانوں کی ہدایت کے لیے اللہ تعالیٰ نے حضرت آدمؑ سے لیکر حضرت محمد ﷺ تک انبیائے کرام بھیجے۔ ان تمام انبیاء نے اپنے ادوار میں ذات خداوندی سے منحرف ہونے والی انسانیت کو اللہ تعالیٰ کی طرف بلایا۔ انھیں گمراہی اور ضلالت کے راستے سے ہٹا کر ایک خدا کے در پر پہنچایا۔ انبیاء کے فریضہ تبلیغ کو اللہ تعالیٰ یوں بیان کرتے ہیں:

وَأَنْزَلْنَا إِلَيْكَ الذِّكْرَ لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ إِلَيْهِمْ وَلَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُونَ[11]

"اور ہم نے آپ کی جانب ذکر (قرآن) نازل کیا، تاکہ جو ان کے لیے نازل ہوا، آپ اسے لوگوں کے لیے کھول کر بیان کریں تاکہ وہ غور و فکر کریں۔"

دوسرے مقام پر ارشاد ہے:

وَمَا أَنْزَلْنَا عَلَيْكَ الْكِتَابَ إِلَّا لِتُبَيِّنَ لَهُمُ الَّذِي اخْتَلَفُوا فِيهِ[12]

"اور ہم نے آپ پر کتاب کو اس لیے نازل کیا تاکہ آپ اس کو کھول کر بیان کریں ان لوگوں کے لیے جنہوں نے اس میں نزاع ڈال رکھے تھے۔ یہ کتاب ایمان والوں کے لیے ہدایت اور رحمت ہے۔"

خلاصہ جات نہ ہونے کے نقصانات

اگر ہم عصر حاضر میں خلاصہ جات نہ ہونے کے نقصانات کا جائزہ لگائیں تو معلوم ہو گا کہ قرآن مجید انسانیت کے لیے دستور العمل کی حیثیت سے نازل ہوا۔ مگر اس وقت امت مسلمہ میں قرآن کو مشعل راہ بنانے کا جذبہ آئے روز کم ہو رہا ہے۔ جس کی وجہ سے امت مسلمہ کو ترک العمل بالقرآن کے بہت سے نقصانات بھی اٹھانا پڑے۔ قرآن مجید کے خلاصہ جات اس وقت نہ ہونے کی صورت میں امت مسلمہ کو جن نقصانات کا سامنا ہے وہ درج ذیل ہیں۔

1. **قرآن فہمی کا فقدان**

مسلمان کے قرآن مجید سے دوری کے اسباب میں پہلا سبب جہالت ہے، جہاں ایک آدمی تعلیم سے دور ہونے کے باعث مراد خداوندی تک نہیں پہنچ سکتا۔ انپڑھ انسان کی مثال اس بیمار کی ہوتی ہے جو دوا کا ظاہر سے مشاہدہ کر کے شفاء حاصل کرنے کی تمنا کرتا ہے حالانکہ بیماری سے شفاء اس وقت ملے گی جب وہ دواء اس کے جسم کا حصہ بنے گی۔ اس طرح انسان مہلک روحانی امراض کا خاتمہ قرآن کریم کو پڑھے بغیر کرنا چاہتا ہے۔ حالانکہ یہ سوچ انسان کو قرآن فہمی کے قریب کرنے کی راہ میں سب سے بڑی رکاوٹ ہے۔

2. **دنیا پرستی**

قرآن سے دوری در حقیقت ایک معذوری ہے، جس کے باعث آدمی قرآن سے استفادہ نہیں کر سکتا۔ اس دوری کا شکوہ آپ ﷺ آخرت میں اللہ تعالیٰ کے سامنے بھی کریں گے۔ قرآن کریم میں ہے :

وَقَالَ الرَّسُولُ يَا رَبِّ إِنَّ قَوْمِي اتَّخَذُوا هَذَا الْقُرْآنَ مَهْجُورًا[13]

"رسول ﷺ فرمائیں گے: اے میرے رب میری قوم تو قرآن کریم چھوڑ گئی تھی۔"

جو قرآن کو کھول کر پڑھتا نہیں، وہ قرآن چھوڑ گیا ہے۔ جو قرآن کو پڑھتا تو ہے، مفہوم سے واقفیت نہیں رکھتا، وہ بھی قرآن کو چھوڑ گیا ہے اور اس کے مقتضیٰ پر عمل نہیں کرتا، وہ بھی قرآن کو چھوڑ گیا ہے۔ اگر تفہیم قرآن کے لیے خلاصہ جات کا اہتمام کیا جاتا امت تقتل، ظلم و جبر، ستم گری، ناانصافی، کم ناپ تول، فرقہ واریت، لاقانونیت، شرک و بت پرستی جیسے جرائم سے باز آسکتی تھی۔ میں بجا طور پر کہہ سکتا ہوں کہ امت مسلمہ کو اس طرح کے جو نقصانات بھی ہوئے وہ سب قرآن مجید سے دوری کے سبب ہوئے اور اس دوری کی وجہ قرآن مجید کے خلاصہ جات نہ ہونا ہے۔

اختصار کے اصول وضوابط

علمائے کرام نے کسی بھی عبارت کو مختصر کرنے کے لیے کچھ شرائط عائد کی ہیں، جن کو ملحوظ خاطر رکھ کر کسی بھی عبارت کو مختصر کیا جا سکتا ہے، ورنہ تلخیص غیر معتبر اور ناتمام سمجھی جائے گی۔ تلخیص کرنے والا اپنے منصب کی حساسیت کے باعث ان جملہ امور سے واقف اور آگاہ ہو، کیونکہ وہ متکلم کی مراد کو جن افراد تک پہنچانا چاہتا ہے، اگر ان شرائط کا خیال نہیں رکھے گا، تو پیغام یا تو ناتمام اور نامکمل دوسروں تک منتقل ہو گا یا وہ اضافی امور پیغام کا حصہ بن جائیں گے جو متکلم کی مراد ہی نہ تھے اور یہ متکلم اور ملخص دونوں کے لیے باعث اذیت ثابت ہوں گے۔ ایسے حالات میں کسی بھی عمل کی انجام دہی سے قبل ضروری ہے کہ اس کی شرائط سے آگاہی ہو تاکہ غلطی کا امکان کم سے کم ہو اور متکلم کی مراد کے بیان میں بھی کسی قسم کا اخفاء باقی نہ رہے۔ مولانا صدیق خان قنوجیؒ اختصار کی انہی شرائط پر روشنی ڈالتے ہوئے لکھتے ہیں:

"الاختصار إذا جمع ثلاثة أشياء أحدها: الاستقصاء في الصفة، والثاني: الاهتمام في المعنى، الثالث: الإيجاز كانت المادة بذلك أبلغ[14]

"کسی بھی کلام میں اختصار تب ہوتا ہے جب اس میں تین چیزیں پائی جائیں۔"

- خلاصہ بیان کرنے والا متکلم کی مراد کو مکمل ذمہ داری سے واضح کرے۔
- متکلم کی مراد کو بیان کرنے کا پورا اہتمام کیا گیا ہو۔
- متکلم کی مراد کو بلیغ بنانے کے لیے کم الفاظ استعمال کیے گئے ہوں۔

گویا ملخص (خلاصہ بیان کرنے والا) اس بات کا پابند ہے کہ وہ متکلم کی مراد کو من وعن دوسروں تک پہنچائے۔ اس میں کسی قسم کی کمی یا زیادتی نہ کرے۔ جو پیغام اس کے سپرد کیا جائے، اسے دوسرے تک منتقل کرے، البتہ اسے صرف ایک اختیار ہوتا ہے کہ وہ اپنے الفاظ کو مختصر رکھے، تاکہ مخاطب متکلم کی مراد تک کم وقت میں، سہل طریقے سے اور زیادہ تتبع کیے بغیر پہنچ جائے اور وہ کلام شک وشبہ سے بھی خالی ہو۔ طویل اور پیچیدہ گفتگو سامعین کی اکتاہٹ کا موجب بنتی ہے اور متکلم کی موضوع پر عدم دسترس کا بھی ثبوت سمجھی جاتی ہے۔

"خلاصۃالقرآن"کے رجحان کے اسباب

پاکستان ان ممالک میں سے ہے، جس میں درس قرآن کی معطر ہوائیں ہمہ وقت چل رہی ہیں۔ مختلف مکاتب فکر کے نامور علماء کرام "خلاصۃالقرآن" کے عنوان پر کتب لکھ قرآن فہمی کا شعور بیدار کر رہے ہیں۔ سینکڑوں ادارے اور ہمہ وقت مصروف عمل ہیں۔ وہ مسلمانوں دلوں میں ایمان کی دولت کو راسخ کرنے، نفس کو روحانی امرض پاک کرنے اور عقائد کو شرک وبدعت کے مہلک مرض سے بچانے کے لیے درس قرآن کو عام کر رہے ہیں۔ وہ جانتے ہیں کہ قرآن مجید کے دورس سے ہی انسانیت کی تقدیر کو بدلا جا سکتا ہے کیونکہ انھیں شاہ ولی اللہ دہلویؒ نے ہی برصغیر میں قرآن مجید کے تریاق سے امت کی اصلاح کرنے کا طریقہ سکھایا تھا۔ حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی کے نزدیک درس قرآن کا مقصد اللہ تعالیٰ کی رضا کا حصول ہے، البتہ اس کے ذیلی مقاصد تین ہیں۔ 1۔ تہذیب نفوس البشیر۔ 2۔ دمغ العقائد الباطلۃ(باطل عقائد۔ 3۔ نفی الاعمال الفاسدۃ [15]۔

اہل علم کو اختصار کی وصیت

علمائے کرام نے ارباب علم وفضل کو یہ وصیت کی کہ وہ لوگوں کو لمبی گفتگو میں الجھانے کے بجائے مختصر انداز میں بات سمجھائیں تاکہ کم وقت میں متکلم کی مراد کو سامع جان سکے۔ علی ابن الجعد بن عبید الجوہری البغدادی اختصار کی ترغیب دیتے ہوئے حضرت ابن المبارکؒ کا قول نقل کرتے ہیں:

حَدَّثَنِي مُحَمَّدٌ قَالَ: سَمِعْتُ ابْنَ عَائِشَةَ يَقُولُ: قَالَ ابْنُ الْمُبَارَكِ: «عَلَّمَنَا سُفْيَانُ اخْتِصَارَ الْحَدِيثِ[16]

"ابن المبارکؒ نے فرمایا: حضرت سفیانؒ الثوری نے ہمیں گفتگو میں اختصار سکھایا۔"

محمد امین بن محمود البخاری نے حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہ کا قول نقل کیا:

وَقَالَ الْحسن بن عَليّ رَضِي الله عَنْهُمَا " خير الْكَلَام مَا قل وَدلّ[17]

"حسن بن علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: بہترین کلام وہ ہے جو مختصر اور معنیٰ پر دلالت کرنے والا ہو۔"

دنیا کا دستور یہ ہے کہ ہر متکلم اپنے بیان میں تلخیص کا خواہش مند رہتا ہے۔ وہ گفتگو میں طوالت اور اسھاب سے دور رہتا ہے بلکہ اصحاب رسول تو نہ صرف گفتگو میں اختصار خود کرتے تھے بلکہ گفتگو میں اختصار پر لوگوں کو ابھارا کرتے اور طوالت سے پناہ بھی مانگا کرتے تھے۔ شیخ ابو عمر شہاب الدین اندلسیؒ لکھتے ہیں:

يحضّه على الإيجاز .وينهاه عن الإكثار في كتبه،ألاتراهم كيف طعنوا على الإسهاب والإكثار، حتى كان بعض الصحابة يقول: أعوذ بالله من الإسهاب"[18]

"وہ انھیں ایجاز پر ابھارتے اور لکھنے میں طوالت سے منع کرتے۔ کیا دیکھتے نہیں ہو کہ کیسے انھوں نے اسھاب اور اکثار کرنے والوں پر طعن کیا۔ یہاں تک کہ بعض صحابہ فرمایا کرتے تھے: میں اسھاب سے اللہ کی پناہ مانگتا ہوں کہا گیا۔"

احادیث میں اکثار (طویل گفتگو) کی ممانعت

رسول اللہ ﷺ نے اہل ایمان کو طویل اور لمبی گفتگو سے منع فرمایا ہے۔ فرمان رسول ہے:

إِنَّ مِنْ أَحَبِّكُمْ إِلَيَّ وَأَقْرَبِكُمْ مِنِّي مَجْلِسًا يَوْمَ القِيَامَةِ أَحَاسِنَكُمْ أَخْلاَقًا، وَإِنَّ أَبْغَضَكُمْ إِلَيَّ وَأَبْعَدَكُمْ مِنِّي مَجْلِسًا يَوْمَ القِيَامَةِ الثَّرْثَارُونَ وَالمتَشَدِّقُونَ وَالمتَفَيْهِقُونَ، قَالُوا: يَا رَسُولَ اللهِ، قَدْ عَلِمْنَا الثَّرْثَارُونَ وَالمتَشَدِّقُونَ فَمَا الْمُتَفَيْهِقُونَ؟ قَال النبى :الْمُتَكَبِّرُونَ[19]

"حضرت جابر سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: قیامت کے دن تم میں سے مجھے سب سے زیادہ محبوب اور مجلس میں زیادہ قریب وہ ہوگا، جو تم میں اچھے اخلاق والا ہو اور تم میں میرا ناپسندیدہ اور مجلس میں زیادہ دور قیامت میں "الثرثارون، المتشدقون، المتفیھقون ہوں گے۔ کہا گیا: یارسول اللہ: ہمیں الثرثارون اور المتشدقون کا پتہ ہے، المتفیھقون کون ہیں؟۔ آپ نے فرمایا: تکبر کرنے والے۔"

اس حدیث میں تین طرح کے اوصاف کے لوگوں کا ذکر ہے۔

"الثرثارون" هم الذين يكثرون الكلام تكلفاً وخروجاً عن الحق، والثرثرة: كثرة الكلام وترديده-"المتفيهقون" هم الذين يتوسعون في الكلام ويفتحون به أفواههم، من الفهق: وهو الامتلاء والاتساع بلا احتياط، قيل: أراد به المستهزىء بالناس، يلوي شدقه بهم وعليهم-"المتشدقون": هم المتوسعون في الكلام[20]

"وہ لوگ جو تکلف اور حق سے نکل جانے کے باعث زیادہ باتیں کرتے ہیں۔ اور ثرثرۃ کا مطلب ہے زیادہ باتیں کرنا اور ان کی تردید کرتے رہنا۔ المتفیھقون وہ لوگ جو کلام میں توسیع پیدا کرتے رہتے ہیں اور باتوں کے دوران منہ کھولتے رہتے ہیں۔ یہ لفظ الفھق سے نکلا ہے جس کا مطلب ہے "بھر جانا" اور المتشدقون: ان لوگوں کو کہتے ہیں جو کلام کو لمبا کرتے رہتے ہیں۔"

ناپسندیدہ اور مکروہ تلخیص

تلخیص کی سابقہ شرائط سے واضح ہے کہ خلاصہ بیان کرنے والا صرف الفاظ میں اختصار کر سکتا ہے، مفہوم اور معنیٰ کو مکمل طور پر بیان کرنا اور اسے صحیح طرح بیان کرنے کا پابند ہے۔ اگر تلخیص کے باعث معنیٰ یا مفہوم میں غلطی کا امکان ہو تو تلخیص مکروہ ہے۔ خطیب بغدادیؒ تلخیص کی کراہت کو بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

سُئِلَ أَبُو عَاصِمٍ النَّبِيلُ " يُكْرَهُ الِاخْتِصَارُ فِي الْحَدِيثِ؟ قَالَ: نَعَمْ , لِأَنَّهُمْ يُخْطِئُونَ الْمَعْنَى[21]

"ابو عاصم النبیل سے پوچھا گیا، کیا حدیث میں اختصار مکروہ ہے؟ آپ نے فرمایا: ہاں، کیونکہ وہ (تلخیص کرنے والے) معنیٰ میں غلطی کرتے ہیں۔"

اس وجہ سے بعض علماء نے روایت بالمعنیٰ پر سختی سے پابندی عائد کی ہے کہ بعض اوقات راوی اس طرح کی تلخیص کر دیتا ہے جس سے معنیٰ اور مفہوم یکسر بدل جاتے ہیں اور کہنے والے کی مراد پردہ خفاء میں چلی جاتی ہے۔ مذکورہ بالا عبارت کا حاصل یہ ہے کہ تلخیص کرنے والا شخص قواعد تلخیص سے بھی آگاہ ہو۔

تفاسیر قرآن میں تلخیصات

قدیم زمانہ کے مصنفین کا امت پر احسان ہے کہ انھوں نے قرآن مجید کی جملہ تشریحات کو جمع کر کے امت کے سامنے رکھ دیا ہے۔ ان کے پیش نظر صرف یہ رہا ہے کہ اگر علوم کو جمع نہ کیا گیا تو یہ ضائع ہو جائیں گے، البتہ جمع کے دوران سچ اور جھوٹ، کھرا اور کھوٹا، حق اور باطل، صحیح اور سقیم، قوی اور ضعیف جمع کر دیے گئے ہوں تو آنے والی نسلیں ان کے مابین تمیز کرتے ہوئے صحیح کا انتخاب کر لیں گی۔ جو مواد تفاسیر میں موجود ہے، وہ دو طرح کا ہے۔ یا تو وہ کتب اتنی ضخیم ہیں جو کئی مجلدات پر مشتمل ہیں اور عامۃ الناس اپنی گوناگوں مصروفیات کے باعث ان سے استفادہ نہیں کر سکتے۔ یا وہ اتنی مختصر ہیں کہ اس سے کوتاہ فہم اور کم علم افراد مفہوم اور مطلب سمجھنے سے قاصر رہتے ہیں، جس کا نتیجہ یہ ہے کہ عوام الناس ان علمی موشگافیوں اور فاضلانہ مباحث کو سمجھ کر اس پر عمل کرنے اور تعلیمات الہیہ کو اپنے لیے مشعل راہ بنانے سے محروم رہتے ہیں۔ محمود بن ابی الحسن بن الحسین النیسابوری اسی اہم مسئلے پر روشنی ڈالتے ہوئے لکھتے ہیں:

إن تفاسير الأولين مقصورة على قول واحد أو مقصودة بالتكثير والتكرير عند المتأخرين، والأولى لعجمة الطباع واللسان لا تشفي القلب، والثانية لا تطاوع الحفظ لإطالة القول[22]

"قدیم زمانہ میں لکھی جانے والے تفسیری کتب ایک لفظ پر منحصر (مختصر) ہیں یا بعد کے زمانہ میں لکھی جانے والی زیادہ لمبی لمبی تحریرات ہیں۔ پس طبیعت اور زبان کی عجمیت کے باعث ہمارے دل مطمئن نہیں ہوتے اور دوسری تفاسیر لمبی مباحث کے باعث حفظ اور یاد کے قابل نہیں ہیں۔"

بعض مفسرین نے متوسط درجے کی تفاسیر بھی مرتب کی ہیں۔ شیخ منیع بن عبد الحلیم محمود لکھتے ہیں:

كان من المفسرين من أطال ومنهم من أوجز واختصر ومنهم من توسط بين هذا وذاك[23]

"بعض مفسرین نے مطولات، بعض نے مختصر اور بعض نے اوسط درجے کی تفاسیر لکھی ہیں۔ مذکورہ بالا عبارات سے معلوم ہوا کہ ہمارا تفسیری ذخیرہ تین طرح کا ہے۔"

حافظ ابن کثیرؒ نے اسی ضرورت کا ذکر کرتے ہوئے لکھا:

وإنّا لنجد في عصرنا الحاضر ميل الناس إلى التزوّد من الثقافة الدينية، ولا سيما تفسير الكتاب الكريم، والسنّة النبوية المطهّرة، وكثيراً ما يُسأل الإنسان: أيُّ التفاسير أسهل منالاً، وأجدى فائدة للقارئ في الزمن القليل؟ فيقف المرء واجماً حائراً لا يجد جوابا عن سؤال السائل[24]

"عصر حاضر میں ہم لوگوں کو اسلامی ثقافت سے استفادہ کی جانب مائل پاتے ہیں، خاص طور پر قرآن مجید کی تفسیر اور سنت نبویہ کی طرف، بہت سارے لوگ یہ پوچھتے ہیں کہ کون سی تفسیر استفادہ کے لحاظ سے آسان اور پڑھنے والے کے لیے کم وقت میں زیادہ فائدہ دینے والی ہے، ؟ تو آدمی حیران ہو جاتا ہے، وہ سائل کے سوال کا جواب نہیں دے پاتا۔"

خلاصہ جات میں مفسرین کے رجحانات

قرآن مجید کی وضاحت میں لکھے جانے والے خلاصہ جات مصنفین کے نظریات کے عکاس ہوتے ہیں۔ ہر مصنف اپنی قلم سے اپنے نظریات کو عامۃ الناس تک پہنچانے کی کوشش کرتا ہے۔ مصنف اپنے ذاتی رجحان کو اس خلاصہ میں بیان کرتا ہے۔ پس جو شخص فقیہ ہو وہ خلاصہ میں فقہی مسائل کو آشکارہ کرتا ہے۔ اگر مفسر صوفی ہے تو تصوف اور اخلاق پر زیادہ زور دیتا ہے۔ اگر ادیب ہے تو بلاغت و فصاحت پر زور دیتا ہے۔ اگر واعظ اور قصہ گو ہے تو قرآن مجید کے قصص کو زیادہ بیان کرتا ہے۔

خلاصہ قرآن کی ضرورت بلحاظ زمانہ

عصر حاضر میں مذہب کو بے شمار چیلنجز کا سامنا ہے۔ ایک طرف مستشرقین کی یلغار ہے تو دوسری طرف مذہب پرستوں کے باہمی جھگڑے۔ اہل اسلام ہر دو طبقات سے مرعوب ہو کر یا تو مذہبی تعلیمات کی جامعیت و آفاقیت کا انکار کر رہے ہیں یا مذہب کا مطالعہ اپنے لیے نقصان دہ اور سبب نزاع جانتے ہوئے اسے قابل اعتناء نہیں سمجھتے۔ ایک طرف مذہب کو مسجد اور چند

مخصوص عبادات تک محدود کرنے کی سعی کی جارہی ہے تو دوسری طرف وقت کے دامن میں تنگی کا شکوہ کرنے والے وہ مسلمان بھی ہیں جو صدق دل سے مذہب کا مطالعہ کرنا چاہتے ہیں مگر نجی مصروفیات، کاروباری مشاغل، ملازمتیں اور اولاد کے روشن مستقبل کی فکری اور نظری کوششیں مذہب کا مطالعہ کرنے کی راہ میں رکاوٹ ہیں۔ نتیجہ یہ ہے کہ مسلمانوں کی ہر بعد میں آنے والی نسل اسلام سے نابلد ہوتی جارہی ہے۔ مسلمانوں میں مذہبی بیزاری، دین سے دوری اور ایمان کی کمزوری بڑھتی جارہی ہے۔ اس ضرورت شدیدہ کے پیش نظر طویل عرصہ سے علماء کرام نے عامۃ الناس کو مطالب قرآن سے آگاہ کرنے کے لیے ایسے خلاصہ جات مرتب کرکے قرآن فہمی کا شعور بیدار کرنا شروع کررکھا ہے جو نہ اتنے طویل ہوں کہ بالاستیعاب پڑھے نہ جاسکیں اور نہ اتنے مختصر کہ مطلب ہی سمجھ میں نہ آسکے۔

تفاسیر قرآن کے خلاصہ جات

خلاصہ جات کی تاریخ بڑی پرانی ہے، جس کے تحت کتب تفسیر واحادیث کی تلخیصات لکھی گئیں۔ محمد بن جریر طبریؒ (م310ھ) نے 30 جلدوں میں ضخیم تفسیر جامع البیان عن تاویل آی القرآن''، لکھی۔ حافظ ابن کثیر نے اسی کی تلخیص ''تفسیر القرآن العظیم''(تفسیر ابن کثیر) کے نام سے کی ہے۔ عبدالعزیز الراجحی اسی کے متعلق لکھتے ہیں:

إن تفسير الحافظ ابن كثير رحمة الله عليه تفسير عظيم ومن أحسن التفاسير وأمثلها، وتفسيره يتمشى مع منهج أهل السنة والجماعة في آيات الصفات، وهو تلخيص لتفسير الإمام ابن جرير رحمة الله عليه شيخ المفسرين[25]

"حافظ ابن کثیر کی تفسیر عمدہ تفاسیر میں سے ایک ہے، جس میں مصنف آیات صفات میں اہل سنت والجماعت کے منہج پر چلے ہیں اور یہ شیخ المفسرین ابن جریر طبریؒ کی تفسیر جامع البیان کا خلاصہ ہے۔"

تفسیر ابن کثیر کے متعدد خلاصہ جات لکھے گئے۔ شیخ صالح بن محمد عرفات، محمد بن عبداللہ، خالد بن فوزی عبدالحمید نے ''الیسیر فی اختصار تفسیر ابن کثیر'' کے نام سے ابن کثیر کا 2004 صفحات میں خلاصہ عربی زبان میں تحریر کیا۔ مصنفین نے تلخیص کے مقدمہ میں تحریر کرتے ہوئے لکھا:

وقدظهرت عدة مختصرات لتفسيرابن كثير،وكان لكل منها اسلوب و منهج[26]

"ابن کثیر کے متعدد خلاصہ جات منظر عام پر آچکے ہیں ان میں سے ہر ایک کا اپنا اسلوب اور طریقہ ہے۔"

گویا یوں کہا جائے گا کہ تفسیر طبریؒ کا نچوڑ تفسیر ابن کثیر میں موجود ہے اور ابن کثیر کا نچوڑ اور خلاصہ الیسیر فی اختصار ابن کثیر اور اس طرح کی دیگر تفاسیر میں موجود ہے۔

حافظ ابو محمد حسین بن مسعود بن فراء بغویؒ نے معالم التنزیل لکھی جو اصل میں تفسیر ثعلبی کا خلاصہ ہے۔ علامہ ابن تیمیہؒ سے پوچھا گیا: "زمحشری، قرطبیؒ اور بغوی میں بہتر تفسیر کون سی ہے تو آپ نے فرمایا:

وَأَمَّا" التَّفَاسِيرُ الثَّلَاثَةُ " الْمَسْئُولُ عَنْهَا فَأَسْلَمُهَا مِنْ الْبِدْعَةِ وَالْأَحَادِيثِ الضَّعِيفَةِ "البغوي" لَكِنَّهُ مُخْتَصَرٌ مِنْ " تَفْسِيرِ الثَّعْلَبِيِّ[27]

"پہلی تین تفاسیر جن کے بارے میں پوچھا گیا، ان میں بدعت اور موضوع احادیث سے محفوظ تفسیر بغوی ہے، لیکن وہ تفسیر ثعالبی کا خلاصہ ہے۔"

علامہ کا بیان ہے کہ میں نے متقدمین کی تصانیف میں ایسی جامع کتاب نہیں دیکھی جو ان تمام صفات کی حامل ہو۔ چنانچہ لوگوں نے ایسی جامع تفسیر لکھنے کی فرمائش کی اور میں نے ان کے حقوق کو ملحوظ رکھتے ہوئے رضائے الٰہی کی خاطر بعد از استخارہ بتوفیق ربّانی اس کتاب کا آغاز کردیا۔

علامہ جلال الدین سیوطیؒ نے تفسیر ترجمان القرآن تحریر کی جو کئی جلدوں پر مشتمل تھی۔ بعد ازاں لوگوں کی کم ہمتی اور اختصار کی جانب مائل طبائع کو دیکھ کر اس کی اسناد کو حذف کرتے ہوئے ''الدر المنثور فی التفسیر بالماثور'' ترتیب دی۔ مصنف لکھتے ہیں:

فَلَمَّا ألفت كتاب ترجمان الْقُرْآن وَهُوَ التَّفْسِير الْمسند عَن رَسُول الله وَأَصْحَابه رَضِي الله عَنْهُم وَتمّ بِحَمْد الله فِي مجلدات --- فخلصت مِنْهُ هَذَا الْمُخْتَصر[28]

"الدر المنثور فی التفسیر الماثور "امام سیوطی کی کتاب "ترجمان القرآن" کی تلخیص ہے اور چھ جلدوں پر مشتمل ہے۔

قاضی بیضاویؒ نے اپنی تفسیر "انوار التنزیل واسرار التاویل" المعروف تفسیر بیضاوی میں اعراب، معانی اور بیان میں تفسیر کشاف، حکمت اور علم کلام میں تفسیر کبیر جبکہ علم اشتقاق اور لطیف اشارات کے لیے امام حسین بن محمد راغبؒ کی تفسیر کی تلخیص کی۔ حاجی خلیفہ لکھتے ہیں:

لخص فيه من الكشاف مايتعلق بالاعراب والمعاني والبيان ومن التفسير الكبير ما يتعلق بالحكمة والكلام ومن تفسير الراغب مايتعلق بالا شتقاق وغوامض الحقائق ولطائف الاشارات[29]

"تفسیر بیضاوی میں ''کشاف'' سے اعراب، معانی وبیان کی مباحث، ''تفسیر کبیر'' سے حکمت اور کلام کی مباحث اور "تفسیر راغب" سے علم اشتقاق، عمدہ حقائق اور لطیف اشارات کی تلخیص کی گئی ہے۔"

معالم التنزیل کا خلاصہ

امام خازن کی تفسیر "لباب التأویل فی معانی التنزیل" امام بغوی کی ''معالم التنزیل'' سے مختصر کی گئی ہے۔ امام خازنؒ خود فرماتے ہیں کہ اُنھوں نے صرف نقل وانتخاب سے کام لیا ہے۔ اسانید کو حذف کر کے متون احادیث کو درج کر دیا ہے[30]۔

عصر حاضر میں خلاصۃ القرآن کی افادیت

قرآن مجید کی خدمت دنیا کی سب سے بڑی سعادت ہے۔ اس کتاب لاریب کے ساتھ تعلق کی مضبوطی سے قوموں کو عروج ملتا ہے اور تعلق کی کمزوری سے قومیں زوال کا شکار ہوتی ہیں۔ عصر حاضر میں ہر شخص مادیت کی گہری وادیوں میں سرگرداں ہے۔ وہ اپنی گونا گو مصروفیات کے باعث قرآن کریم کی ضخیم اور بڑی بڑی تفاسیر سے کیسے راہنمائی حاصل کر سکتا ہے؟۔ پس ایسے وقت میں اس کے پاس ایک ہی راستہ موجود ہے کہ وہ کسی خلاصۃ قرآنی سے استفادہ کرے اور اپنی ہدایت کے لیے اتارے گئے پیغام خداوندی کو معلوم کرتے ہوئے اس پر عمل کرے اور اپنے اہل وعیال کو اس پر عمل کی ترغیب دیتے ہوئے انھیں جہنم کا ایندھن بننے سے محفوظ رکھے اور یوں اس کا تعلق قرآن مجید سے باقی رہے۔ علماء اسلام چودہ سو سالوں سے اپنی استطاعت کے مطابق قرآنی خدمت کا فریضہ سرانجام دے رہے ہیں۔

قرآن مجید کے مقصودی مضامین میں مفسرین کا اختلاف

عرف میں خلاصۃ القرآن سے مراد یہ بھی لیا جاتا ہے کہ کن چیزوں کو مفسرین نے قرآن کا خلاصہ قرار دیا ہے، اس کی وضاحت کے بغیر موضوع تشنہ رہے گا۔ جہاں تک قرآن مجید کے مقصودی مضامین کا تعلق ہے تو ہر دور کے علماء نے قرآن کا مرکزی موضوع یا خلاصہ قرآن ضرور متعین کیا، لیکن مسئلہ مختلفی رہا۔ محمد عبداللطیف الخطیب اسی اختلاف کی نشاندہی کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

خالفت الكثير من أقوال المفسرين معتمداً في هذه المخالفة على لب القرآن[31]

"مفسرین کے اقوال میں بہت اختلاف کے پائے جانے کے باعث خلاصہ قرآن پر اختلاف ہوا ہے۔"

ذیل میں ہم ان مفسرین کی آراء قارئین کے سامنے بیان کرتے ہیں تاکہ یہ بات واضح ہو جائے کہ کس مفسر قرآن مجید کے کن عنوانات کو مرکزی نقطہ، نچوڑ اور قرآن کا لب لباب قرار دیا ہے۔ حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں:

لكل شيء لباب وأن لباب القرآن الحواميم[32]

"ہر چیز کا نچوڑ، لب لباب اور خلاصہ ہوتا ہے اور قرآن کا خلاصہ حوامیم ہیں۔"

حضرت ابن عباس نے اس مقام پر حوامیم کو قرآن مجید کا خلاصہ قرار دیا ہے، جبکہ ابن عباسؓ نے دیگر چیزوں کی اصل اور بنیاد کی بھی نشاندہی فرمائی ہے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے عمارت کی بنیاد مکہ، جنت کی اساس جنت عدن، آگ کی اساس جھنم، انسان کی اساس آدم، انبیاء کی بنیاد نوح، بنی اسرائیل کی اساس حضرت یعقوب، آسمانی کتب کی اساس قرآن، اور قرآن مجید کی بنیاد اور خلاصہ فاتحہ اور فاتحہ کا نچوڑ بسم اللہ الرحمن الرحیم کو قرار دیا[33]۔

مولانا غلام اللہ خان اپنے استاد مولانا حسین علیؒ کے افادات میں لکھتے ہیں:

"سارے قرآن کا خلاصہ فاتحہ میں موجود ہے اور فاتحہ کا خلاصہ بسم اللہ میں موجود ہے اور بسم اللہ کا خلاصہ بائے استعانت میں موجود ہے۔ عبارت یوں ہوگی بسم الله استعينو ا خاصة لابما اشرك به المشركون في زعمهم وادعوه خاصة لاغير [34]۔"

خلاصہ قرآن کے متعلق مولانا عبدالہادیؒ فرماتے ہیں: "ماقبل تمام صحف اور کتب کا مجموعہ قرآن مجید ہے۔ البقرہ سارے قرآن کا خلاصہ اور البقرہ کا خلاصہ فاتحہ ہے اور فاتحہ کا خلاصہ تسمیہ ہے اور تسمیہ کا خلاصہ "ب" ہے"[35]۔

عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں:

وَإِنَّ لِكُلِّ شَيْءٍ لُبَابًا، وَإِنَّ لُبَابَ الْقُرْآنِ الْمُفَصَّلُ [36]

"ہر چیز کا نچوڑ اور خلاصہ ہوتا ہے، قرآن کا خلاصہ مفصلات ہیں۔"

دوسرے موقع پر حضرت ابن مسعودؓ نے فاتحہ کو قرآن کی اساس اور بنیاد قرار دیا۔ فرماتے ہیں:

لأنّها تشتمل على ما فيه من الثناء على الله، والتعبّد بأمره، ونهيه، وبيان وعده، ووعيده[37]

"سورۃ فاتحہ اللہ تعالیٰ کی تعریف، احکام اور منہیات کی بجاآوری، اس کے وعدوں اور وعیدوں پر مشتمل ہے۔"

مذکورہ بالا مضامین کی جامعیت کے باعث سورۃ الفاتحہ کو قرآن کا خلاصہ کہاجاتا ہے۔ گویا حضرت ابن عباسؓ کے ہاں قرآن کا خلاصہ درج ذیل عنوانات ہیں۔ 1۔ اللہ تعالیٰ کی حمد وثناء اور بندگی کرنا۔ 2۔ وعدوں کی پاسداری اور وعیدوں سے اجتناب کرنا۔

حافظ ابن کثیرؒ نے سورۃ الفاتحہ کو قرآن کا خلاصہ قرار دیا ہے۔ لکھتے ہیں:

قَالَ بَعْضُ السَّلَفِ: الْفَاتِحَةُ سِرُّ الْقُرْآنِ، وَسِرُّهَا هَذِهِ الْكَلِمَةُإِيَّاكَ نَعْبُدُ وَإِيَّاكَ نَسْتَعِينُ[38]

شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ کے نزدیک قرآن کریم کے مقصودی مضامین، قرآن کا لب لباب اور خلاصہ پانچ مذکورہ مضامین ہیں۔ شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں:

الباب الاول فی العلوم الخمسة التی بینها القرآن العظیم بطریق التنصیص[39]

"پہلا باب ان پانچ علوم کے بیان میں ہے، جن کو قرآن کریم نے صراحت کیساتھ بیان فرمایا ہے۔"

پھر ان پانچ علوم کا ذکر فرمایا ہے صوفی عبدالحمید خان سواتی شرح عون الخبیر شرح الفوز الکبیر میں علوم خمسۃ کی بحث کے ضمن میں فرماتے ہیں: شاہ ولی اللہ کے ہاں خلاصہ میں الہیات، تکوینیات، شرعیات، تدبیر منزل، مجادلہ یابحث ومباحثہ، معاد، قصص اور واقعات شامل ہیں[40]۔

علامہ شبیر احمد عثمانیؒ نے قرآن کریم کا خلاصہ چھ مضامین کو قرار دیا ہے۔ جو یہ ہیں: توحید، رسالت، احکام، قیامت، ماننے والوں کے احکام اور نہ ماننے والوں کے احکام[41]۔

شیخ ابراہیم قطانؒ نے قرآن مجید کے مرکزی مضامین توحید، اہل ایمان کے ساتھ وعدے اور بشارتیں، کفار اور نافرمانوں کے لیے وعیدیں، دنیاوآخرت کی سعادتوں اور کامیاب ہونے والوں کے واقعات اور ناکام ہونے والوں کے واقعات کو قرار دیا ہے[42]۔

قدوۃ السالکین حضرت امام غزالیؒ نے قرآن کریم کا خلاصہ صرف چار مضامین کو قرار دیا ہے: علم الاصول (توحید، رسالت، معاد کا علم، علم الاحکام، 3۔ علم القصص سابقہ انبیاء کرام کے حالات کا علم، 4۔ علم السلوک[43]۔

شیخ عمر العتبیؒ نے تو قرآن مجید کا خلاصہ اللہ تعالیٰ کی ذات پر ایمان لانے کو قرار دیا ہے[44]۔

مولانا حسین علیؒ فرمایا کرتے تھے کہ حضرت امام ربانی مجدد الف ثانیؒ نے حضرت علیؓ سے نقل کیا ہے، نیز تفسیر مواہب الرحمن میں بھی ہے کہ سارے آسمانی علوم کا خلاصہ قرآن مجید اور قرآن مجید کا خلاصہ سورۃ فاتحہ میں موجود ہے۔ کیونکہ مضامین کے اعتبار سے قرآن کریم کے چار حصے ہیں۔ ہر حصہ کا آغاز الحمد للہ سے ہوتا ہے۔

پہلا حصہ: سورۃ فاتحہ سے سورۃ مائدہ کے آخر تک۔ اس حصے کا خلاصہ اور لب لباب ''خالقیت'' کا بیان ہے۔

دوسرا حصہ: انعام سے بنی اسرائیل تک۔ اس حصے کا مرکزی مضمون اور لب لباب ''ربوبیت'' ہے۔

تیسرا حصہ: سورۃ کہف سے سورۃ احزاب تک۔ اس حصے کا مرکزی مضمون اور خلاصہ ''تصرف باری'' ہے

چوتھا حصہ: سورۃ سباء سے آخر قرآن تک۔ اس حصے کا خلاصہ ''مالکیت اور نفی شفیع قہری ہے[45]۔

شیخ القرآن مولانا غلام اللہ خان فرماتے ہیں:

"فاتحہ کے بہت سارے نام ہیں، ان میں سے جامع اور مشہور نام ام القرآن بھی ہے۔ اس نام کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ یہاں ام سے مراد مغز اور خلاصہ ہے۔ یہ سورۃ (الفاتحہ) چونکہ ان تمام مضامین کا خلاصہ ہے، جو سارے قرآن مجید میں تفصیل کے ساتھ مذکور ہیں۔ اس وجہ سے یہ سورۃ کا نام ام القرآن کے نام سے موسوم کی گئی ہے[46]۔"

شیخ عبد المحسنؒ ذکر اللہ کو خلاصہ قرآن قرار دیا: فرماتے ہیں:

إنَّ القرآن الكريم كلّه كتابُ ذكرٍ لله، فذكر الله تعالى هو لبُّ القرآن وروحُه وحقيقته وغايةُ مقصوده[47]۔

"قرآن مجید سارے کا سارا اللہ تعالیٰ کے ذکر کی کتاب ہے، پس اللہ تعالیٰ کا ذکر قرآن کا خلاصہ، قرآن کی روح، قرآن کی حقیقت اور قرآن کا مقصد ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔"

قدیم اور جدید خلاصہ جات میں فرق

اگر ہم قدیم اور جدید زمانہ کے خلاصہ جات کا موازنہ کریں تو واضح فرق نظر آتا ہے۔ قدیم زمانہ کے خلاصہ جات جن حالات میں لکھے گئے اور لکھنے والوں کے جو مقاصد تھے وہ عصر حاضر کے خلاصہ جات مرتب کرنے والوں سے کافی جدا تھے۔ مصنفین اپنی فنی مہارت اور عقلی و نقلی علوم پر کامل دسترس کے اظہار کے لیے مضمون کی وسعت کو مختصر الفاظ میں مقید کر دیتے تھے۔ فصیح و بلیغ تحریرات سے ارباب اقتدار کا تقرب حاصل کیا جاتا اور داد تحسین وصول کی جاتی تھی۔ وہ ٹھوس علمی استعداد کے باعث بڑی بڑی مباحث کو چند مختصر الفاظ میں اس طرح سمو دیتے تھے۔ قدیم خلاصہ جات کی تحریر کا ایک مقصد مخالفین پر علمی دھاک بیٹھانا بھی ہوتا تھا، جبکہ موجودہ دور میں لکھے جانے والے خلاصہ جات مذکورہ بالا مقاصد سے خالی نظر آتے ہیں۔ ان خلاصہ جات کا مقصد عوام میں قرآن فہمی کا شعور بیدا کرنا ہوتا ہے۔ اسی وجہ سے خلاصہ جات کی ان کتب میں سلیس زبان استعمال کرنے کا پورا اہتمام اور علمی موشگافیوں سے اجتناب کیا جاتا ہے۔ مختلف فیہ مسائل کو لائق اعتناء نہیں سمجھا جاتا۔ قرآن کریم کو بطور رہبر اپنانے کی ترغیب دی جاتی ہے۔ مسلمانوں میں اتحاد بین المسلمین کی فضاء کے قیام کے لیے راہیں ہموار کی جاتی ہیں۔

خلاصۃ القرآن کے ارتقائی مراحل

قرآن مجید کے حقائق اور معارف کا جاننا جن علوم پر مبنی ہے، مسلمانوں کی اکثریت ان علوم کو حاصل کرنے سے معذور ہے۔ علمائے کرام نے اہل اسلام کی اس معذوری کی بناء پر تراجم کی بنیاد رکھی۔ ہندوستان میں قرآنی خدمت کا سہرا شاہ ولی اللہ محدث دھلویؒ کے سر ہے، جنہوں نے فارسی زبان میں قرآن مجید کا ترجمہ کیا۔ بعد ازاں شاہ عبدالقادرؒ اور شاہ رفیع الدین کے اردو زبان میں تراجم شائع ہوئے۔ وقت کے ساتھ ساتھ تراجم کی زبان میں نکھار آتا گیا۔ عصر حاضر کے مترجمین مثلاً مولانا اشرف علی تھانوی، ابوالکلام آزاد، شیخ الہند محمود حسنؒ، علامہ شبیر احمد عثمانیؒ، سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ، مفتی محمد شفیع عثمانیؒ، مولانا محمد ادریس کاندھلویؒ، مفتی محمد تقی عثمانی، غلام رسول سعیدیؒ، پیر کرم شاہ الازھریؒ، صلاح الدین یوسف، و دیگر نے پچھلے تراجم کی زبان میں شگفتگی پیدا کی اور انھیں سلیس انداز میں بیان کیا۔ شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ فرماتے ہیں:

"ہر کلام کے معانی کو سمجھنا اس کا مقصودی عمل ہوتا ہے۔ محض الفاظ کو پڑھنا مطلوب نہیں ہوا کرتا۔ پس قرآن مجید اس بات کا زیادہ حقدار ہے کہ اس کو بھی سمجھا جائے[48]۔"

اس سے پتہ چلا کہ قرآن مجید میں محض قرآت سے اصل مقصود حاصل نہیں ہوتا۔ قرآن مجید کا اطلاق نظم اور معنیٰ دونوں پر ہوتا ہے۔ اصل میں قرآن کی برکت اس پر عمل کرنے اور زندگی کا دستور بنانے میں ہے۔

پاکستان میں باقاعدہ خلاصۃ القرآن کا آغاز

مولانا احمد علیؒ نے لاہور میں بیٹھ کر تقریباً نصف صدی دین کی اشاعت کا کام کیا۔ فضلاء مدارس کیلیے انھوں نے صرف ڈھائی تین ماہ کا نصاب بنایا تھا، مدارس کی تعطیلات کے زمانہ میں طلباء ان سے استفادہ کرتے۔ یہ درس قرآن ہندوستان کے دور دراز کے گوشوں تک پہنچ گیا۔ جہاں تک میرے علم میں ہے، اس سے نقصان کم پہنچا، تصحیح عقائد، اصلاح رسوم، ربط بالقرآن کا فائدہ زیادہ ہوا، یہ درحقیقت حضرت مولانا کے تقویٰ اور روحانیت کی برکت تھی۔ بلکہ واقعہ یہ ہے کہ ہندوستان میں درس قرآن کے عمومی رواج اور لوگوں میں اس کی مقبولیت کا سہرا انہی کے سر ہے[49]۔

خیبر پختونخواہ میں خلاصۃ القرآن کی ابتداء

پاکستان میں خلاصہ القرآن کی ابتداء کا سہرا حضرت امام الاولیاء احمد علی لاہوریؒ کے سر جاتا ہے تاہم سرحد میں اس خلاصہ جات کی ابتداء کرنے والے پہلے مفسر کون ہیں؟ ان کے متعلق مفتی عبدالحمید حقانی لکھتے ہیں:

"خیبر پختونخواہ میں خلاصۃ القرآن کی ابتداء کرنے والے پشتو زبان کے عظیم مفسر، درس قرآن جن کا اوڑھنا بچھونا تھا، جنہوں نے علم تفسیر کے ان گنت معارف و مصادر کو اس صوبے پر خصوصاً اور پورے پاکستان اور افغانستان پر عموماً بارش کی صورت میں برسائے۔ شیخ الحدیث والتفسیر امام الاولیاء حضرت مولانا عبدالہادیؒ جو شاہ منصور باباجی کے نام سے ملقب تھے[50]۔"

خلاصہ البحث

تحقیقی مقالہ سے معلوم ہوا کہ کسی بھی کتاب کا خلاصہ لکھنے کے لیے تلخیص کی شرائط کو مد نظر رکھا جائے، جو مصنفین تلخیص کی شرائط کو مد نظر نہیں رکھتے، ان کے خلاصہ جات سے استفادہ نہایت مشکل ہوتا ہے۔ الفاظ میں اختصار کے باعث معنیٰ سمجھنے میں قاری کو دشواریوں کا سامنا رہتا ہے۔

ایسی تلخیص جس سے متکلم کی مراد واضح نہ ہو یا بدل جائے، ناپسندیدہ تلخیص کہلاتی ہے۔ اختصار کے لیے بلاغت کے اصولوں کا جاننا بھی ضروری ہے۔

عصر حاضر میں لمبی لمبی تفاسیر سے استفادہ نہایت دشوار اور مشکل ہے، کیونکہ ان کتب کو پڑھنے کے لیے وقت اور سمجھنے کے لیے ایسے علم کی ضرورت ہے، نیز ان کتب کو سامنے رکھ کر صحیح نتیجہ تک وہی جا سکتا ہے جو رطب اور یابس، کھرے اور کھوٹے، مستند اور ضعیف کے مابین فرق کر سکے۔

سفارشات

- قرآن مجید کے خلاصہ جات لکھنے والے مصنفین اوراق کا پیٹ بھرنے کے بجائے اسلام کے عادلانہ نظام کے نفاذ کا شعور بھی بیدار کریں تاکہ آنے والی نسلیں اسلام کے نظام عدل سے مستفید ہو سکیں۔
- پاکستان میں خلاصۃ القرآن کا جو سلسلہ مساجد مدارس تک محدود ہے، یا اس سے بڑھ کر کتب تک پہنچا ہے، اگر اسی سلسلہ کو بڑھا کر ریڈیو، ٹیلی ویژن، اور سرکاری وسائل کے ذریعے عوام تک لانے کی سعی اور کوشش کی جائے تو ساری پاکستانی قوم کو بلا تخصیص استفادہ کا موقع مل سکتا ہے اور وہ قرآن مجید کے علوم و معارف سے بخوبی آگاہ ہو سکتے ہیں۔
- الفاظ قرآن کی وضاحت لغت کی مستند کتب کی روشنی میں کی جائے تو قاری کو بات سمجھنے میں آسانی بھی ہو گی اور ایسے خلاصہ جات پر عوامی اعتماد بھی مزید بڑھے گا۔
- قدیم زمانہ میں خلاصہ جات لکھنے کا مقصد علمی دھاک بٹھانا ہوتا تھا، جبکہ عصر حاضر میں تلخیص تفہیم میں آسانی کے پیش نظر کی جاتی ہے۔اس لیے عصر حاضر کے خلاصہ جات کے سے پہلو تہی علمی محرومی کا موجب ہو گا۔
- خلاصہ جات لکھنے والے مصنفین عبادات کی جہات کے ساتھ ساتھ اخلاقی اور معاشرتی زندگی کو بھی شامل کریں تو خلاصہ جات کی افادیت میں مزید اضافہ ہو گا۔

مصادر و مراجع (References)

1 وحید الزمان قاسمی، القاموس الوحید: 464، ادارہ اسلامیات، لاہور، 2001ء

Waheed ul Zaman Qasmi, Al-Qamosul Waheed, Idara e Islamiyat, Lahore, 2001, Page: 464

2 منیر البعلبکی، المورد الوسیط: 131، دار الکتاب العربی، بیروت، 1998ء

Munir Al-Balbaki, Al-Mwridul Waseet, Darul Kitab Al-Arabi, Beirut, 1998, Page: 131

3 زین الدین المناوی، التوقیف 1:108، عالم الکتب، قاہرہ، 1990ء

Zain Uddin Al-Manavi, Al-Tauqeef, Alamul Kutub, Cario, 1991, Vol: 1, Page: 108

4 جلال الدین سیوطی، معجم مقالید 1:109، مکتبۃ الآداب، 2004م

Jalal Uddin Sayuti, Mojam Maqaleed, Maktabtul Adab, 2004, Vol: 1, Page: 109

5 بدر الدین الزرکشی، البرھان فی علوم القرآن 3:102، دار إحیاء الکتب العربیہ، 1957م

Badar Uddin Al-Zarakshi, Al-Burhan fi Uloom Al-Quran, Dar Ahyal Kutub Al-Arabia, 1957, Vol: 3, Page: 102

6 أبو بکر الباقلانی، إعجاز القرآن 1:262، دار المعارف–مصر، 1997م

Abu Bakar Al-Baqillani, Ijazul Quran, Darul Maarif, Egypt, 1997, Vol: 1, Page: 262

7 امام الرازي، مفاتیح الغیب 31:126، دار إحیاء التراث العربي، 1420ھ

Imam Razi, Mafateehul Ghaib, Dar Ahyal Turath Al-Arabi, 1420 H, Vol: 31, Page: 126

8 عبد العزیز بن مرزوق، التحجیل في تخریج 1:8، مکتبۃ الرشد، الریاض، 1422ھ

Abdul Aziz Marzoq, Al-Ta'jeel fi Takhrij, Maktatul Rushd, Riyadh, 1422 H, Vol: 1, Page: 8

9 الزحیلی، التفسیر الوسیط 1:6، دار الفکر، دمشق، 1422ھ

Al-Zuhyli, Al-Tafseer Al-Waseet, Darul Fikar, Demishq, 1422 H, Vol: 1, Page: 6

10 محمود توفیق، محمد سعد الإمام البقاعی ومنہاجہ 1:37، دار إحیاء التراث العربي، 1420ھ

Mehmood Taufiq, Muhammad Saad Imam Al-Baqaie wa Minhajoho, Dar Ahyal Turath Al-Arabi, 1420 H, Vol: 1, Page: 37

11 سورۃ النحل 16:44

Surah Al-Nahl 16: 44

12 سورۃالنحل64:16

Surah Al-Nahl 16: 44

13 سورۃالفرقان30:25

Surah Al-Furqan 25: 30

14 صدیق خان،البلغۃإلی أصول اللغۃ1:53،رسالہ جامعہ، تکریب،1980ء

Sadeeq Khan, Al-Balaghatul ala Usool Lugha, University Research, Takreet, 1980, Vol: 1, Page: 53

15 مفتی ابولبابہ شاہ منصور، درس قرآن کیسے دیاجاتاہے؟ص:322،السعد پبلی کیشن،1434ھ

Mufti Abu Lubaba, How Dars Quran is Teached? Al-Saad Publication, 1434 H, Page: 322

16 علی بن الجعد البغدادی، مسند ابن الجعد1:274، مؤسسۃ نادر، بیروت،1990م

Ali bin Jaad Al-Baghdadi, Musnad Ibn Al-Jaad, Moasstu Nadir, Beirut, 1990, Vol: 1, Page: 274

17 محمد أمین بن محمود، تیسیر التحریر1:7، مصطفی البابی الحلبی، مصر،1351ھ

Mohammad Amin bin Mehmmod , Tayseer Al-Tahrir, Mustafa Al-Babi Al-Halbi, Egypt, 1351, Vol: 1, Page: 7

18 شہاب الدین، العقد الفرید4:237،دار الکتب العلمیہ، بیروت،1404ھ

Shahab Uddin, Al-Aqul Farid, Darul Kutab Al-Ilmiya, Beirut, 1404 H, Vol: 4, Page: 237

19 ابن حبان، الإحسان في تقریب12:368،بیروت،1988م

Ibn Hibban, Al-Ihsan fi Taqreeb, Beirut, 2001, Vol: 12, Page: 368

20 امام احمد، مسند الإمام أحمد29:268، موسسۃ الرسالہ، بیروت،2001م

Imam Ahmad, Musnado Imam Ahmad, Moasstul Risala, Beirut, 2001, Vol: 29, Page: 268

21 خطیب البغدادی، الکفایہ فی علم الروایہ1:191، مکتب علمیہ، مدینہ،1900ء

Khateeb Al-Baghdadi, Al-Kifaya fi Ilm Al-Riwaya, Maktab Ilmiya, 1990, Vol: 1, Page: 191

22 محمود الحسن، إیجاز البیان1:27،دار الغرب الاسلامی،1415ھ

Mehmood ul Hassan, Ijazul Bayan, Darul Gharb Al-Islami, 1415 H, Vol: 1, Page: 27

23 منیع بن عبد الحلی، مناہج المفسرین1:8،دار الکتاب المصری، بیروت،2001م

Manie’ bin Abdul Hilli, Manahijul Muffisireen, Darul Kitab Al-Misre, Beirut, 2001, Vol: 1, Page: 8

24 محمد علی صابونی، مختصر تفسیر ابن کثیر1:8،دار القرآن الکریم، بیروت،1981ء

Mohammad Ali Saboni, Mukhtasr Tafseer Ibn Kathir, Darul Quran Al-Karim, Beirut, 1981, Vol: 1, Page: 8

25 عبدالعزیز بن عبداللہ، شرح تفسیر ابن کثیر:2،دار القرآن الکریم، بیروت،1981ء

Abdul Aziz bin Abdullah, Sharha Tafseer Ibn Kathir, Darul Quran Al-Karim, Beirut, 1981, Page: 2

26 صالح بن محمد، الیسیر فی اختصار تفسیر ابن کثیر:5،دار الہدی، قاہرہ،1426ھ

Salih bin Muhammad, Alyasir fi Ikhtisar Tafseer Ibn Kathir, Darul Huda, Cario, 1426 H, Page: 5

27 ابن تیمیہ، مجموع الفتاوی13:386، مجمع الملک فہد، مکہ،1995ء

Ibn Teemiya, Majmol Fatawa, Majmul Malak Fahad, Mecca, 1995, Vol: 13, Page: 386

28 جلال الدین سیوطی، الدر المنثور1:9،دار الفکر، بیروت،1400ھ

Jalal Uddin Sayoti, Al-Durarul Munsor, Darul Fikar, Beirut, 1400, Vol: 1, Page: 9

29 ابن عاشور، فاصل التفسیر ورجالہ:55،بدون طبع وسن اشاعت

Ibn Aashor, Fasil Tafseer wa Rijalihi, Without Publisher and Year, Page: 55

30 نفس مصدر1:310-311

Ibid

31 محمد بن عبد الطیف، أوضح التفاسیر1:12، مطبعۃ المصریہ،1383ھ

Muhammad bin Abdul Latif, Awzahul Tafaseer, Matbatul Musriya, 1383 H, Vol: 1, Page: 12

32 ابو محمد مکی،الہدایہ الی بلوغ النہایۃ10:6395،کلیۃ الشریعۃ، جامعہ الشارقۃ،2008ء

Abu Muhammad Makki, Al-Hidaya Ila Bulooghul Nihaya, College of Shariah, Shariq University, 2008, Vol: 10, Page: 6395

33 احمد بن محمد،الکشف والبیان1:128،بیروت،2002م

Ahmad bin Muhammad, Al-Kashf wal Bayan, Beirut, 2002, Vol: 1, Page: 128

34 غلام اللہ خان، خلاصۃ القرآن:66،بدون طبع وسن اشاعت

Ghulam Ullah Khan, Khulasatul Quran, Without Publisher and Year, Page: 66

35 مفتی عبدالحمید حقانی، ربط وخلاصہ تفسیر:45،مکتبہ عمر فاروق پشاور،2017ء

Mufti Abdul Hameed Haqqani, Rabt wa Khulasa e Tafseer, Maktaba Umar Farooq, Peshawar, 2017, Page: 45

36 ابن کثیر، تفسیر ابن کثیر1:150،بدون طبع وسن اشاعت

Ibn Kathir, Tafseer Ibn Kathir, Without Publisher and Year, Vol: 1, Page: 150

37 محمد امین بن عبداللہ، تفسیر حدائق الروح1:44،دار طوق النجاۃ، بیروت،2001م

Muhammad Amin bin Abdullah, Tafseer Hadaiequl Rooh, Dar Tauq Al-Nijat, Beirut, 2001, Vol: 1, Page: 44

38 تفسیر ابن کثیر1:134

Tafseer Ibn Kathir, Vol: 1, Page: 134

39 شاہ ولی اللہ، الفوز الکبیر:10،بدون طبع وسن اشاعت

Shah Wali Ullah, Al-Fauzul Kabir,Without Publisher and Year, Page: 10

40 صوفی عبدالحمید سواتی، عون الخبیر:62،مدرسہ نصرۃ العلوم فاروق گنج، گوجرانوالہ،2005

Sufi Abdul Hameed Sawati, Aunul Khabir, Madrassa Nusratul Uloom, Farooq Gunj, Gujranwala, 2005, Page: 62

41 غلام اللہ خان، جواہر القرآن،1:2،کتب خانہ رشیدیہ راولپنڈی(س۔ن)

Ghulam Ullah Khan, Jawahiral Quran, Kutun Khana Rashidiyya, Rawalpindi, Unknown, Vol: 1, Page: 2

42 ابراہیم قطان، تیسیر التفسیر3:205،بدون طبع وسن اشاعت

Ibrahim Qittan, Tayseer Al-Tafseer, Without Publisher and Year, Vol: 3, Page: 205

43 محمد احمد علی لاہوری، مخزن المرجان:68،اسلامی کتب خانہ بنوری ٹاؤن، کراچی(س۔ن)

Muhammad Ahmad Ali Lahori, Makhzanl Murjan, Islami Kutub Khana Buneri Town, Karachi, Unknown, Page: 68

44 عمر بن سلیمان، العقیدۃ فی اللہ،1:67،دار النفائس، الاردن،1999م

Umar bin Suliman, Al-Aqeeda fil Allah, Darul Nafaies, Jordon, 1999, Vol: 1,Page: 67

45 مخزن المرجان:68

Makhzanl Murjan, Page: 68

46 خلاصۃ القرآن:62

Khulasatul Quran, Page: 62

47 عبدالرزاق البدر، فقہ الادعیۃ1:49،کویت،2003ء

Abdul Razaq Al-Badar, Fiqhal Adiyya, Kuiwat, 2003, Vol: 1, Page: 49

48 مقدمہ اصول تفسیر:75

Muqdimma Usool Tafseer, Page: 75

49 ابوالحسن علی ندوی، پرانے چراغ1:121،مکتبہ الشباب العلمیہ لکھنو،2010ء

Abu Hassan Ali Nadvi, Purany Chiragh, Maktabal Shabab Al-Ilmiya, Luck Nao, 2010, Vol: 1, Page: 121

50 ربط وخلاصہ تفسیر:40

Rabt wa Khulasa e Tafseer, Page: 40